بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اشارات

(۳)

دنیا کے آزاد ترین ممالک اس لحاظ سے بدنصیب ہیں کہ ان کی آزادی کی ساری دولت پر ایسی ناسی قیادتیں قابض ہیں جو سرمائے اور ذہنی برتری کے زور سے عوام کے ووٹ حاصل کر کے حکمران بن گئی ہیں اور اپنی ریاستوں کے تمام ذرائع و وسائل کو اپنی اغراض کی خدمت میں لگائے ہوئے ہیں۔ برطانیہ، امریکہ، روس اور دوسرے تمام ممالک میں آزادی صرف برسرِ اقتدار طبقوں اور پارٹیوں کی جاگیر ہے اور بیچارے عوام ان طبقوں اور پارٹیوں کے سامنے غلامی کے مقام پر کھڑے ہیں۔ یہی حال دوسرے چھوٹے بڑے ممالک کا ہے اور اسی حال میں برِعظیم ہند کے باشندے مبتلا ہیں۔

ہماری آزادی کی جدوجہد کا پہلا مرحلہ انگریزی اقتدار سے نجات پانے کے لئے تھا، دوسرے مرحلے میں ہندوستانی امپریلزم کے خطرے سے بچ نکلنا مطلوب تھا، اور اب تیسرا مرحلہ جو قوم کو درپیش ہے، اس میں پہلی بار گھر کے خطرناک ترین امپریلزم سے نجات پانے کی جدوجہد کرنی ہے۔ بتانِ کلیسا کی بندگی سے ہم نکل چکے ہیں، بتانِ دیر بھی ہمیں اپنا زناری بنانے میں ناکام رہے ہیں لیکن اب جھگڑا بتانِ حرم سے ہے جن کی شانِ خداوندی میں کچھ زیادہ تقدس اس وجہ سے محسوس ہوتا ہے کہ یہ ہمارے خود ساختہ بت ہیں اور پھر ستم یہ کہ ان کے ہونٹوں پر لا الٰہ الا اللہ کا کلمہ طیبہ بھی رقصاں رہتا ہے۔ غیروں کے مقابلے میں اپنوں کی غلامی سے نکلنے میں بہت زیادہ مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے، کیونکہ اپنے بہرحال اپنے ہوتے ہیں، ان کی برادریاں اور پارٹیاں ہوتی ہیں، چاروں طرف ان کے روابط کے جال پھیلے ہوئے ہوتے ہیں، وہ قوم کی نفسیات اور اس کے مذاق، و رجحانات کے رمز آشنا ہوتے ہیں، وہ عوام کی دکھتی رگوں کو جانتے ہیں، وہ اس سیاسی لیلیٰ کے ماہر ہوتے ہیں جس سے قوم مسحور

ہو سکتی ہے، وہ ان نعروں اور اصطلاحوں کے صحیح استعمال کے رازداں ہوتے ہیں جن سے بڑے بڑے اہلِ خرد کو بے وقوف بنایا جا سکتا ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ فرعون اور اس کے بنائے ہوئے بتوں کے خلاف بنی اسرائیل کو نفرت دلانے کے لئے اُس شدید "ضرب" کی بھی کی ضرورت نہ تھی جو بنی اسرائیل کے اپنے بنائے ہوئے "العجل" کا سحر توڑنے کے لئے حضرت موسےٰؑ نے استعمال کی تھی!

بہ حیثیت مسلمان ہمارا تصورِ آزادی ساری اقوام سے نرالا ہے۔ ہم اپنے آپ کو اس وقت تک آزاد نہیں سمجھ سکتے جب تک ہم اللہ وحدہٗ لاشریک کی عبادت و اطاعت کے لئے انفرادی اور اجتماعی حیثیت میں غیر الٰہی ضابطہ و قانون سے آزاد نہ ہو جائیں — چاہے وہ ضابطہ و قانون سمندر پار سے آیا ہو یا اپنے دیس کے لوگوں کا ایجاد کردہ ہو۔

جب تک ہمارے اوپر غیر اسلامی دستور، غیر اسلامی قانون، غیر اسلامی نظامِ تعلیم، غیر اسلامی سیاست و معیشت اور غیر اسلامی تہذیب و تمدن مسلط ہے، اُس وقت تک ہماری غلامی کی زنجیریں نہیں کٹیں۔ ہمارے لئے صبحِ آزادی اُس وقت طلوع ہوتی ہے، جب ہم اپنی پوری ملی زندگی کو کتاب و سنت کے سانچے میں ڈھالنے پر قادر ہو جائیں اور اس مدعا کو حاصل کرنے میں نہ غیروں کی طرف سے کوئی رکاوٹ باقی رہے، نہ اپنوں کی طرف سے کوئی مزاحمت!

یہی تصورِ آزادی تھا جو برِ عظیم ہند کے غیر مسلموں کے ساتھ مل کر ایک متحدہ قومیت بنانے اور ایک مشترکہ جمہوری ریاست کی بنیاد ڈالنے میں مانع ہوا اور اسی کی وجہ سے ہم مجبور ہو گئے کہ اپنے لئے ایک جداگانہ خطۂ زمین حاصل کریں۔ یہ خطۂ زمین گرانبہا قربانیوں کے عوض ہمیں حاصل ہوا، دراں حالیکہ دوسری قربانیوں کے ساتھ ہمیں تقسیم کی چلک نا انصافیاں بھی گوارا کرنی پڑیں۔ لیکن یہ ہماری بد قسمتی ہے کہ اس خطۂ ارضی کی آزادی کی ساری دولت انگریز ایسے جانشینوں کے سپرد کر گیا ہے جو اس کو نظامِ اسلامی کی تعمیر پر صرف کرنے میں بد نیت واقع ہوئے ہیں۔ کل یہی لوگ تھے کہ اسلامی نظامِ تمدن و سیاست کے نام پر آزادی کی جنگ میں مسلمان عوام کا تعاون حاصل کر رہے تھے لیکن آج یہی لوگ ہیں کہ عوام کی طرف سے اسلامی نظام کے مطالبے پر ان کے

چہرے غضب آلود ہو جاتے ہیں اور جو لوگ عوام کے اسلامی مطالبات کو آگے بڑھ کے واضح کرنا چاہتے ہیں، اُن کو دبانے کے لئے بے محابا سیفٹی ایکٹ جیسے خلافِ اسلام قوانین کا استعمال کرنے سے نہیں چوکتے - ہم نے ان کو آزادی کا متولی اگر بنایا تھا تو اس لئے کہ یہ اپنے وعدوں کے مطابق دولتِ آزادی کو رضائے الٰہی کے مطابق صرف کریں گے، لیکن عام وعدوں کے علاوہ خدا کی نیابت اور حدود اللہ کی پابندی کے قطعی دستوری اعلان کے بعد بھی ہمارے متولیوں کی روش میں کوئی حقیقی تغیر نہیں آیا جس سے یہ امید باندھی جا سکے کہ آزادی کے اسلامی تصور کے نقطۂ نظر سے یہ حضرات آئندہ مراحل میں ہمارے کسی کام آسکتے ہیں - اب کوئی چارہ کار اس کے سوا باقی نہیں ہے کہ ہم اپنے ان متولیوں کو بدل دیں -

ہمارے سامنے اب ایک صحیح اسلامی دستور مرتب کر کے اس کی بنیادوں پر سیاست و معیشت کے اسلامی نظام کو استوار کرنے کا تعمیری پروگرام ہے - اس تعمیری کام کے لئے ہم کو نئی ذہنیت، نئی علمی قابلیت اور نئی سیرت رکھنے والے انجینیر، معمار اور مزدور درکار ہیں، ہمیں اپنی ضروریات کے لئے نئی دستور ساز اسمبلی چاہیئے نئی پارلیمنٹ اور اسمبلیاں چاہئیں، نیا کابینہ چاہیئے، نئی داخلہ اور خارجہ پالیسی چاہیئے، نیا نظم و نسق اور اسے چلانے کے لئے نئے کارکن چاہئیں -

اس ہمہ گیر تبدیلی کے لئے پیش آمدہ انتخاب سے پورا پورا فائدہ اٹھانے کا اگر قوم تہیہ کرلے تو انقلابِ قیادت برپا ہو سکتا ہے اور ہم اسلام کے دیئے ہوئے تصور کے مطابق کامل آزادی حاصل کر سکتے ہیں -

---

ان امور کا احساس پاکستانی عوام میں کم سہی، لیکن موجود ضرور ہے - اس احساس کو متعدد عناصر کی کارگزاریاں روز بروز زیادہ گہرا کر رہی ہیں، اور اگر ایک منظم جماعت اس احساس سے صحیح کام لینے کے لئے میدان میں نکل آئے تو کوئی وجہ نہیں کہ مفید نتائج برآمد نہ ہوں - ہمیں یقین ہے کہ آنے والے انتخابات میں عوام کا زاویہ نگاہ وہ نہیں ہوگا جو اب سے پہلے رہ چکا ہے -

ایک وقت تھا کہ انتخابات میں ووٹر یہ دیکھا کرتے تھے کہ کونسا امیدوار انگریز کا آلۂ کار ہے اور کس امیدوار میں حبِّ وطن کار فرما ہے، پھر دوسرے دور میں یہ سوال پیشِ نظر تھا کہ کون کانگرسی ہے اور کون مسلم لیگی ہے ؟ -

اب یہ دونوں دور گزر چکے ہیں اور اب نہ انگریزی اور ہندوستانی کا سوال کوئی معنی رکھتا ہے، نہ کانگریس اور مسلم لیگ کا سوال چھیڑنے کی کوئی بنیاد باقی رہ گئی ہے۔ اب انڈیا میں اس امر کا کوئی امکان نہیں کہ کانگریس کے کہنے پر ووٹر آنکھیں بند کر کے نائی اور بھنگی کو ووٹ دے دیں اور پاکستان میں اس کا کوئی موقع نہیں کہ عوام بے سوچے سمجھے ہر اس لکڑی کے کندے کو نمائندہ منتخب کر لیں جس کی طرف مسلم لیگ نے اشارہ کر دیا ہو۔ اب انڈیا کے ووٹروں کو قدرتی طور پر یہ سوچنا ہوگا کہ کون کیسا خادم ثابت ہو سکتا ہے اور کس کے پاس کیا پروگرام تعمیر و ترقی کے لیے ہے۔ اسی طرح پاکستان کے رائے دہندگان کو اب انتخاب اس نقطۂ نظر سے کرنا ہوگا کہ کس کے علم و بصیرت اور اخلاق و تقویٰ پر یہ بھروسہ کیا جا سکتا ہے کہ وہ ایک صحیح اسلامی دستور پر پاکستان کے استحکام و ترقی کے سامان کر سکتا ہے اور اسلام کے اصولوں سے عوامی مشکلات کو حل کر کے دکھا سکتا ہے۔

ہمارے عوام میں اگر آزادی کے شعور و احساس کی کچھ روشنی بھی پھیل سکی ہو تو پھر ان سے یہ امید نہ رکھنی چاہیے کہ اب بھی وہ دورِ غلامی کی طرح روپے پیسے کو، جاگیرداروں اور کارخانوں کو، کوٹھیوں اور کاروں کو، قالینوں اور صوفوں کو اور دکانوں اور خطابوں کو سامنے دیکھ کر ووٹ کی قیمتی دولت کو نذر کر سکیں گے۔ آزادی کا تقاضا یہ ہے کہ وہ اپنے اکابر کے علم اور بصیرت کا، ان کی دینداری اور تقویٰ کا، ان کے اخلاق اور اطوار کا پورا پورا امتحان کر کے کوئی ذمہ داری ان کو سونپیں۔ عوام کے زاویۂ نگاہ میں اگر یہ تبدیلی عملاً پیدا ہو گئی تو سمجھ لیجیے کہ ملک کی آزادی و ترقی کی ساری راہیں کھل گئیں اور اگر اس تبدیلی کو روک دیا گیا تو یقین جانیے کہ غیر ملکی طاقتوں کی غلامی سے بدتر قسم کی غلامی ——— اپنوں کی غلامی ——— ایک عرصے کے لیے بطورِ سزا اُن پر مسلط ہو جائے گی۔

ایسی ہمہ گیر اور دور رس تبدیلی کے امکان کو ہمارے پرانے اقتدار پسند حضرات بہرحال محسوس کر رہے ہیں اور اسے روکنے کی ہر ممکن العمل تدبیر ان کے زیر غور ہے۔

خدا ناشناسی اور فسق و فجور کی طاقتوں کو عرصۂ دراز سے خدا پرستی اور صالحیت کی طاقتوں سے دوبدو ہونے کا موقع پیش نہیں آیا۔ بلکہ دین و سیاست کی تفریق کے نظریے کو رائج کر کے خدا پرستی اور صالحیت کی طاقتوں کو میدانِ عمل سے باہر دھکیل دینے کے بعد فسق و فجور کا مقابلہ فسق و فجور ہی سے ہوتا رہا ہے۔ لیکن اب یہ